AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Al-Misbah, **Vol. 3, No. 1**(2023),78-86
https://almisbah.info/

عہد مغلیہ اور نظام احتساب: ایک تجزیاتی مطالعہ

THE MUGHAL ERA AND THE ACCOUNTABILITY SYSTEM: AN ANALYTICAL STUDY

* Asad Ali
** Dr. Hafiza Bareera Hameed

ABSTRACT

Islam is a complete code of life which gives the principles of living. Islam has also given principles to maintain the order and peace of the society. Enjoining good and forbidding evil (Amar bil Ma'roof and Nahi unil-Munkar(is given great importance in Islam, its status is obligatory in Islam. It is the duty of every person according to his ability to destroy the evils and spread the good. If there is no prevention of oppression from the society, the society cannot become the cradle of peace and order; therefore, the elimination of oppression in the society is the main goal of Islam. On the basis of this principle, the institution of accountability or accountability was established in the Islamic state, the purpose of which is to establish what is good and prevent evil, to end oppression and abuse, and to establish justice and fairness, etc. This institution has existed in one form or another during the rule of Muslims. There was a very strict accountability in the Islamic state. Be it the era of the Prophet or the era of the Rashid Caliphs, the Umayyad Caliphate or the Abbasid Caliphate, the Ottoman Turks or other regions under the influence of Muslims, accountability had a fundamental status in every era. If we look at the Mughal system of government in India, accountability has always been central. Historians of this era have praised the accountability system of the Mughals. In this paper, the accountability system of the Mughals has been clarified.

Keywords: *Accountability, Mughal Empire, Islamic Caliphate, History, Society*

تمہید

یہ بات واضح ہے کہ مغل سلطنت کا سرکاری مذہب اسلام تھا تاہم اکبر اعظم کے دور میں کچھ عرصے تک اکبر کا ایجاد کردہ مذہب (دین الٰہی) رائج کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن اس کا عوام پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بہت جلد ہی ختم ہو گیا۔ باقی تمام شہنشاہوں کے دور میں اسلام ہی سرکاری مذہب تھا اور مغل شہنشاہان اسلام کے بہت پابند ہوا کرتے تھے۔ ان میں اورنگزیب عالمگیر زیادہ شہرت رکھتے تھے۔ باقی شہنشاہ بھی اسلام کی پیروی

* Visiting Lecturer, University of Education Lower Mall Campus, Lahore.
** Lecturer department of Islamic studies, The government Sadiq college women university Bahawalpur, Pakistan.

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

کے لحاظ سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اسلامی قوانین رائج کیے اور اسلامی حکومت کو برصغیر کے کونے کونے میں پھیلانے کی بھرپور کوشش کی۔

مغل سلطنت کے انتظامی شعبے

مغل انتظامیہ میں دوخود ساختہ اور متوازی نظم ونسق یعنی مرکزی اور صوبائی انتظامیہ شامل تھی۔ اگرچہ مغل بادشاہوں نے حتمی اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا، لیکن ریاست کا اصل کاروبار مختلف افسروں کے سپرد کیا گیا جو براہ راست شہنشاہ کے سامنے جوابدہ تھے۔ ان سے انفرادی اور کبھی اجتماعی طور پر تمام اہم سول اور فوجی معاملات پر مشاورت کی جاتی تھی۔ سیاسی معاملات پر بحث ومباحثہ آزاد تھا لیکن حتمی فیصلہ ہمیشہ شہنشاہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ وکیل پوری انتظامیہ کا سربراہ تھا۔ حقیقت میں یہ ایک اعلیٰ اعزاز تھا جس میں اتھارٹی میں کوئی حقیقی اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔ بیرم خان اکبر کے ابتدائی دور حکومت (پانچ سال تک) کا وکیل مطلق تھا جس نے تمام سول اور فوجی انتظامیہ کا کنٹرول سنبھال لیا۔ فطری طور پر خود شہنشاہ کی طرف سے تمام اختیارات کے مفروضے کے ساتھ ہی وکیل کے افسر کی اہمیت کم ہوگئی۔ مرکزی سطح پر انتظامیہ کو چار اہم محکموں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان کا تعلق (i) شاہی خاندان، (ii) مالیات، (iii) خدمات کی تنظیم کی بھرتی اور (iv) مذہبی امور اور تعلیم سے۔[1]

وکیل گھر کا برائے نام سربراہ تھا لیکن اصل کام میر سمان نے انجام دیا۔ وہ تمام سرکاری املاک کا انچارج تھا اور شاہی خاندان کے افراد کی تہواروں اور شادیوں کے انتظامات کے علاوہ بیوت یا کارخانہ کی عمومی نگرانی کے علاوہ اہلکاروں کو تنخواہوں کی ادائیگی کا بھی ذمہ دار تھا۔

محکمہ خزانہ کا سربراہ دیوان تھا۔ ان کی مدد اعلیٰ عہدے کے چار افسران نے کی جس میں نائب وزیر اور تین اہم ڈویژنوں کے سربراہان شامل تھے جن میں محکمہ خزانہ کو تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ افسران (i) دیوانِ خالصہ تھے جو زمینوں کا سودا کرتے تھے جو جاگیر کے طور پر تفویض نہیں کی گئی تھی، اور افسروں کی تنخواہوں کا خیال رکھتے تھے (ii) دیوانِ تن جو جاگیروں کی تفویض کا معاملہ کرتے تھے، اور (iii) مستوفی، آڈیٹر جنرل۔ شاہ جہاں کے دور حکومت میں تمام معاونین ہندو تھے اور دیوانِ تن کے سات سربراہان میں سے پانچ کا تعلق اسی برادری سے تھا۔ راجہ رگھوناتھ رائے جو کچھ سالوں تک دیوانِ خالصہ رہا، شاہ جہاں کے دورِ حکومت کے ۳۱ویں سال میں دیوان بنا اور اورنگ زیب کے دورِ حکومت میں اپنی موت تک اس عہدے پر فائز رہا۔[2]

خدمات کا انتظام

بخشی مسلح افواج میں بھرتی اور ان کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ان کی تنخواہوں کی ادائیگی کے معاملے میں سلطانوں کے عریض الممالک سے خط وکتابت کرتا تھا۔ بخشی کا فرض تھا کہ وہ منصب داروں کی تقرری کے لیے قابل آدمیوں کو دیکھے، کیونکہ منسبداری نظام کی وجہ سے اس پر اریز سے زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ سلطنت میں جو کچھ بھی ہوا اس سے اسے باخبر رکھا جاتا تھا۔

مذہبی امور اور تعلیم

محکمہ مذہبی صدر الصدور یا چیف صدر کے ماتحت تھا۔ وہ مساجد کی دیکھ بھال اور علماء اور تعلیمی اداروں کو وظیفہ اور گرانٹ کے ذمہ دار تھے۔ اس نے عوامی خیراتی اداروں کی بھی دیکھ بھال کی اور غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کی۔ ان کے شعبہ نے اہل علم کے لیے یہ ممکن بنایا کہ وہ حصول علم کے لیے خود کو وقف کر دیں۔ طلبہ کے لیے تعلیم مفت تھی اور انھیں کتابیں خریدنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ریاست نے تعلیم پر کوئی خاص کنٹرول نہیں رکھا۔[۳]

صوبائی اور مقامی انتظامیہ

صوبائی حکومت مرکزی حکومت کی نقل تھی۔ ہر مرکزی محکمے کا صوبے میں اس کا اہم منصب تھا۔ صوبائی محکموں کو مرکز کے متعلقہ محکموں کے ذریعے براہ راست کنٹرول کیا جاتا تھا۔ صوبائی حکومت ایک گورنر کے ماتحت تھی جسے شروع میں سپاہ سالار یا مسلح افواج کا کمانڈر کہا جاتا تھا لیکن چونکہ وہ سول امور کا بھی انچارج تھا۔ بعد میں سپاہ سالار کو صوبیدار یا ناظم کہا جانے لگا۔ صوبوں کو حکومتوں میں تقسیم کیا گیا جو کہ فوجداروں کے ماتحت تھے۔ ہر سرکار کو پرگنوں میں تقسیم کیا گیا تھا جو دیہی انتظامیہ کے مراکز تھے جن کی سربراہی امل کرتے تھے۔ اس کا عملہ بٹکچی (چیف اکاؤنٹنٹ اور رجسٹرار)، فوتہ دار یا خزانہ دار (ٹریژری آفیسر) اور امین (اسیسمنٹ آفیسر) پر مشتمل تھا۔[۴]

مالیات اور زرعی انتظامیہ

چونکہ مغلوں کو ایک بڑی فوج کو برقرار رکھنا تھا اور وسیع علاقوں کا انتظام کرنا تھا، وہ بنیادی طور پر زمین پر ٹیکس لگاتے تھے۔ تمام زرعی زمینداروں کو اس کی پیداوار کا ایک حصہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ یہ تناسب علاقے کے لحاظ سے مختلف تھا لیکن سلطنت کے بڑے حصے میں یہ مقامی روایت کے مطابق ۱/۳ سے ½ تھا۔ بعض علاقوں میں یہ ۱/۷ بھی تھا۔ اگر کوئی زمین عشری تھی یعنی ابتدائی دور کے مسلمانوں کی تھی تو پیداوار کا صرف ۱/۱۰ حصہ دینا پڑتا تھا۔ کسان اپنی ملکیت کا صحیح مالک تھا۔ ریاست نے قرضوں اور محصولات کی معافی میں مشکلات کے وقت اس کی مدد کی۔ آفات اور آفات کی صورت میں ریونیو بھی بھیج دیا گیا۔ کسان حکومت کے ساتھ براہ راست لین دین کرنے کے قابل تھا۔[۵]

منصب داری نظام

اکبر نے سرکاری ملازمین کو ایک یک سنگی نظام میں منظم کیا جسے مانسبداری نظام کہا جاتا ہے۔ ابتدا میں نظریاتی تقسیم ۶۶ تھی، جس کا آغاز ۱۰ سے ۱۰،۰۰۰ کی کمانڈ سے ہوتا تھا۔ بعد میں شہزادوں کو بہت بڑے عہدے دیے گئے۔ مثال کے طور پر شاہ جہاں کو جہانگیر نے ۳۰،۰۰۰ کا درجہ دیا تھا۔ شیر شاہ سوری کے دور میں اور اس کے بعد، مرکزی حکومت کے ذریعہ منصب داروں کو کہیں بھی منتقل کیا جاتا تھا۔ منصب داروں کو بہت زیادہ تنخواہ دی جاتی تھی اور ان کی ماہانہ تنخواہ ۱۲،۰۰۰ روپے سے ۳۰،۰۰۰ روپے تک ہوتی تھی۔ یہ صرف ایک درجے کی نشاندہی کرتا ہے جو زات درجہ تھا۔ تمام تقرریاں سختی سے میرٹ پر ہوئیں اور ترقیاں بھی میرٹ پر ہوئیں۔ منصب داروں کے بیٹوں پر غور کیا گیا لیکن انہیں سیڑھی کا سب سے نچلا

حصہ بنانا شروع کرنا پڑا۔ بعض اوقات اچھے گھرانوں کے بیٹوں کو جن میں قابلیت نہیں تھی انہیں کوئی منصب نہیں دیا جاتا تھا۔ ان میں سے بعض کو احادیث یعنی حضرات دستے مقرر کیا گیا تھا۔ منسابداری کا نظام اس طرح تشکیل دیا گیا تھا کہ یورپی قسم کے موروثی جاگیردار طبقے کی ترقی کو روکا جائے جس میں ان کو تفویض کردہ زمینوں میں ملکیتی حقوق حاصل ہوں۔ منصبدار کا مطلب ہے سرپرستی حاصل کرنے والے فنون اور دستکاری، سیکھنے اور تعلیم اور اچھے ذوق اور شائستہ آداب کا معیار۔

انصاف، حسبہ اور پولیس

چیف صدر بھی قاضی القضات یا سلطنت کا چیف جج تھا۔ پورے مسلم دور میں انصاف کی تنظیم نے سیاسہ، مزالم اور قضا کی کلاسیکی تقسیم کی پیروی کی۔ قاضی کے ماتحت ہونے والے محتسب نے شائستگی کو یقینی بنایا، قانون کی عوامی خلاف ورزیوں کو روکا اور عوامی پریشانی کے اسباب کو بھی دور کیا۔ میر عادل نے اس بات کو یقینی بنایا کہ سروس رولز کی صحیح طریقے سے تعمیل کی جائے اور قاضی کے احکامات کو بجا طور پر نافذ کیا جائے۔ کوتوالوں کو مرکزی حکومت نے صوبائی دارالحکومتوں اور اہم شہروں میں متعدد انتظامی اور وزارتی فرائض کی انجام دہی کے لیے مقرر کیا تھا۔[۶]

احتساب کے لغوی معنی

لغت میں احتساب کے معنی یہ بیان ہوئے ہیں کہ یہ لفظ باب نصر ینصر سے حسب کا معنی ہے شمار کرنا۔ باب کرم کے وزن پر اس کا مطلب شریف الاصل ہونا ہے۔ باب مفاعلۃ کے وزن پر اس کا معنی حسابات کی جانچ پڑتال کرنا ہے۔ باب استفعال کے وزن پر احتساب کا معنی ہو گا؛ گمان کرنا، شمار کرنا، امر منکر سے روکنا، آزمائش کرنا بھی اس کے معنی ہیں۔[۷]

احتساب کی اصطلاحی تعریف

احتساب کی اصطلاحی تعریف درج ذیل ہے؛

> "حسبہ امر بالمعروف کا نام ہے جب کہ اسے علی الاعلان ترک کیا جا رہا ہو۔ اور نہی عن المنکر کا نام ہے جب کہ اس کا علی الاعلان ارتکاب ہو رہا ہو۔"[۸]

علامہ قلقشندی کہتے ہیں؛

> "محتسب وہ شخص ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔ ناپ تول اور اسی طرح کے دوسرے معاملات کی نگرانی بھی اسی کا کام ہے۔"[۹]

برصغیر کے نظام احتساب میں علماء کا کردار

برصغیر پاک و ہند میں احتساب کا نظام نافذ رہا ہے جس میں علماء و قضاۃ نے بہت کردار ادا کیا ہے اس کی گواہی ایچ-بی-خان نے دی ہے وہ لکھتے ہیں:

اسلامی ہند میں (۱۲۰۶ھ،۱۸۵۷ء) سلاطین نے کسی نہ کسی شکل میں سلطنت کا نظم ونسق اور شرع کے تحت چلانے کی حتی المقدور کوشش کی اس نظام کو بروئے کار لانے کے لیے دیوانی شرع یا محکمہ شرعیہ قائم کیا۔ اس محکمہ کا سربراہ صدر الصدور یا صدر جہاں ہوتا تھا۔ اس عہدہ کے کئی اور نام بھی ہوتے تھے یعنی قاضی القضاۃ، صدر کل اور قاضی ممالک وغیرہ۔ قاضی القضاۃ کے ماتحت حسب ذیل امور ہوتے تھے:

- محکمہ قضاء
- محکمہ خطابات
- تقرر آئمہ
- احتساب شرعیہ یعنی سرکاری عہدیداران پر شرعی نگرانی اور
- صوبائی قضاۃ، ضلع شہر اور قصبہ جات میں قضاۃ کا تقرر نیز محکمہ تعلیمات اور مفتیان کا تقرر بھی شامل تھا۔"[۱۰]

عہد مغلیہ میں نظام احتساب کا طریقہ کار

ابن حسن نے مغلیہ سلطنت کا عدالتی نظام بیان کرنے سے پہلے اسلامی ریاست مین موجود محتسب کے فرائض پر روشنی ڈالی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں محتسب کے فرائض میں اوزان پیائش، پیمانہ جات اور اشیائے خوردنی کی جانچ اور قمار بازی شراب نوشی سے ممانعت کرنے کے علاوہ مذہبی احتساب کرنے کا فریضہ بھی شامل تھا۔ محتسب کے کتنے وسیع اختیار تھے اس حوالے سے وہ الماوردی کی کتاب کا خلاصہ لکھتے ہیں کہ

- اس کا فرض لوگوں کو صوم وصلوۃ کا پابند رکھنا اور شراب نوشی سے روکنا تھا۔
- اس کے فرائض میں شامل تھا کہ جس کے پاس گزر اوقات کے لئے کچھ موجود ہے اسے گلی کوچے میں بھیک نہ مانگنے دے۔
- ہر معالج کی سند کی جانچ پڑتال کرے اور اگر پاس سند نہ ہو تو اس کو علاج کرنے سے روکے۔
- محتسب غلاموں کی حالت کا جائزہ لے کر دیکھے کہ ان کے مالک ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک تو نہیں کر رہے۔
- محتسب ساحل سے روانہ ہونے والی کشتیوں کو دیکھے کہ کہیں ان پر زیادہ بوجھ تو نہیں لدا ہوا۔

محتسب عام راستے پر کوئی عمارت نہ بننے دے اگر ایسی عمارت بن جائے تو وہ اسے ڈھا دینے کا حکم دے اگرچہ وہ مسجد ہی کیوں نہ ہو ڈھادی جائے۔

ابن حسن کی تحقیق کے مطابق مغلوں کا نظام عدل واحتساب اسی طرح کا تھا۔ قاضی القضاۃ کا تقرر بادشاہ کرتا، جسے ایک جج کے اختیار ہوتے۔ ماتحت قضاۃ کو مقرر کرنے کا اختیار بھی قاضی القضاۃ کے پاس تھا لیکن اس معاملے میں بادشاہ کی منظوری ضروری تھی۔ بادشاہ اپنے اختیار استعمال کر کے کسی علاقے میں ایک سے زیادہ قاضیوں کا تقرر کرتا تھا ساتھ ان کے فرائض کی تصریح بھی ہوتی تھی۔ یہ قاضی اور میر عدل ہوا کرتے تھے۔"

آگے چل کر ابن حسن لکھتے ہیں:

"ہر معاملے میں مفتی نہیں ہوا کرتے تھے چنانچہ سلطنت کے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ محتسب اپنے مذہبی احتساب اور پولیس کے فرائض کے ساتھ دارالحکومت اور صوبجات ہر دو جگہ موجود ہوتا تھا۔ لیکن اس کا کوئی تعلق سڑکوں، جہازوں، کشتیوں اور ان کے مسافروں کی سلامتی سے نہیں تھا۔ جیسا کہ الماوردی نے بیان کیا ہے۔"[۱۲]

عہد جلال الدین اکبر

مغلیہ عہد میں جلال الدین اکبر کے دور میں ایک کوتوال کا عہدہ ہوتا تھا اس کے اختیار وہی ہوتے تھے جو کسی سلطنت میں موجود محتسب کے ہوتے تھے۔ اس کی تفصیل آئین اکبری میں ہے۔ جس کے مطابق کوتوال کا فرض تھا کہ وہ ہر طبقے کے اشخاص کی آمدنی اور ان کے اخراجات پر نظر رکھے۔ چوروں کو گرفتار کرنا اور مال مسروقہ بر آمد کر کے مالک کے سپرد کرنا بھی اسی کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ بازار میں نرخوں پر نظر رکھنا بھی اس کا فرض تھا۔ رعایا کو سر بازار شراب بنانے سے روکنے، اس کے ناپ تول کرنے اور اس کی خرید و فروخت کرنے سے روکنے کا اختیار اسی کے پاس تھا۔ اس کے علاوہ مختلف کاموں کی نگرانی بھی اسی کے سپرد تھی۔[۱۳]

ابو فضل کے مطابق اکبر کے عہد میں بنیادی تقرری قاضی کی ہوتی تھی لیکن جب معلوم ہو کہ علم اور فیصلہ کی قوت اس شخص میں نہیں تو ایک ایک میر عدل بھی مقرر کر دیا جاتا تھا۔ میر عدل کے بعد قاضی مظالم کا نمبر آتا تھا۔[۱۴] اس کے بھی وہی اختیار تھے جو ایک محتسب کے تھے۔

عہد جہانگیر

جہانگیر کے دور حکومت میں احتساب کا دائرہ کافی وسیع میں تھا۔ جہانگیر خود محتسب کا کردار ادا کرتا تھا۔ جہانگیر کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے تخت نشینی کے بعد سب سے پہلے زنجیر عدل لٹکانے کا حکم دیا تھا اس کے بعد ساتھ ہی بارہ احکامات صادر فرمائے جن میں سے تین درج ذیل ہیں۔

- جہانگیر نے کہا کہ شراب اور ڈر بہرہ اور تمام نشہ آور اشیاء جن کی شرع میں ممانعت ہے اسے نہ تو کوئی تیار کرے اور نہ ہی کوئی فروخت کرے۔
- سرکاری ملازم کو کسی کے گھر چھاپہ مارنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ خدا کی مخلوق کو بے گھر کرنا اور بلاوجہ ستانا ناجائز تھا۔
- جہانگیر نے حکم دیا کہ کوئی سرکاری عامل اور جاگیردار رعیت کی زمین نہ چھینے۔[۱۵]

اسلامی ریاست میں محتسب کا سب سے بڑا کردار ظلم کا خاتمہ ہے مغل بادشاہوں نے ظلم کے خاتمے اور امن کے لئے بہت کردار ادا کیا۔ جہانگیر کے یہ احکامات واضح کرتے ہیں کہ جہانگیر نے ظلم کا خاتمہ کیا اور عام لوگوں کو حقوق دیئے۔ کچھ واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہانگیر خود محتسب کی حیثیت سے رعایا کے حقوق پر گہری نظر رکھتا تھا تاکہ کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو۔ امیر سعید خان چغتائی کے بارے میں ایک واقعہ مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ عہد جہانگیر میں پنجاب کی حکومت اسی کے پاس تھی سعید خان کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اس کے ظالم خواجہ سرا رعایا اور کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ جہانگیر کو پتہ چلا تو بادشاہ نے اس معاملے میں سعید خان سے ضمانت لینے کا حکم صادر فرمایا۔ سعید خان نے لکھ کر دیا کہ اگر ان کی طرف سے کسی پر کوئی ظلم ہوا تو میرا سر کاٹ دیا جائے۔[۱۶] اس واقعہ پر جہانگیر کا قول بھی موجود ہے۔ جہانگیر نے کہا؛

"میرے انصاف میں چھوٹے بڑے سب برابر ہیں اگر کسی نے مظلوم پر ظلم کرنے کی کوشش کی تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔"[۱۷]

جہانگیر کا کلیان کو سزا دینا

جہانگیر کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ راجا بکرماجیت کا بیٹا کلیان جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہانگیر بکرماجیت کے بارے میں پہلے بہت ساری باتیں سن چکا تھا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے بولی نام کی ایک مسلمان عورت کو گھر میں ڈال رکھا تھا اور بدنامی کے خوف سے اس کے ماں باپ کو قتل کر کے اپنے گھر میں دفن کیا ہوا تھا۔ جہانگیر نے اس کو قید کر دیا، پھر اس واقعہ کی تحقیق کروائیں۔ اس کے بعد جہانگیر کو اس واقعہ کا ثبوت مل گیا۔ تو اس کی زبان کٹوا کر حکم دیا کہ وہ ہمیشہ بھنگیوں کے ساتھ کھانا کھایا کرے۔[۱۸] یہ سارے دلائل اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ جہانگیر نے احتساب کے قائم کرنے میں کسی قسم کی سستی نہیں کی۔

عہد شاہ جہاں

شاہ جہاں کا نام بھی عدل و احتساب میں کافی زیادہ ملے گا۔ شاہ جہاں کا نام عدل و احتساب میں ضرب المثل بن گیا تھا۔ شاہ جہاں کے عہد کے مؤرخین نے کافی تعریف کی ہے۔ اور ان واقعات کو بیان کیا ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کی رعایا کے عمومی اخلاق پر بہت نظر ہوتی تھی۔ بادشاہ لوگوں کے مسائل حل کیا کرتا تھا۔ اس پر درج ذیل واقعہ پیش کیا جارہا ہے جو سلطنت میں بادشاہ کے احتساب کو واضح کرتا ہے:

"ایک کسی ہندو بیوی کی منشی کو ایک مغل فوجی نے اغوا کر لیا۔ بیوی کا موقف تھا کہ ہندو میرا شوہر نہیں ہے، لیکن شاہ جہاں عورت کے انکار سے مطمئن نہیں تھا۔ اس نے محتسب کی سی ہوشیاری دیکھاتے ہوئے عورت سے کہا کہ ذرا عدالت کی دوات میں سیاہی ڈال دو۔ اس عورت نے اتنی عمدگی سے یہ کام کیا کہ بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ وہ ہندو منشی کی ہی بیوی ہے۔ چنانچہ اسے ہندو کو لوٹا دیا اور فوجی کو ملازمت سے برخاست کر دیا۔"[۱۹]

عہد اورنگزیب عالمگیر

اورنگزیب کے دور میں احتساب کے ادارے کو بہت زیادہ ترقی ملی۔ عالمگیر بادشاہ نے عوام الناس کے فائدے کے لیے ہر قدم اٹھایا۔ بعض لوگ اورنگزیب عالمگیر پر اس طرح کا تبصرہ کرتے ہیں:

"اس دور میں محتسب کی جگہ کوتوال نے سنبھال لی۔ کوتوال ایک قسم کا دنیوی منصب تھا، جس کے فرائض محتسب سے ملتے جلتے تھے فرق صرف اتنا تھا کہ کوتوال ہر قسم کے جرائم اور بدعنوانیوں سے نمٹتا تھا، جبکہ محتسب ان جرائم سے سروکار رکھتا تھا۔ جو شرعی قوانین کی ذیل میں آتے ہیں۔ مغلوں کو اس میں انتظامی سہولت نظر آتی تھی کہ وہ محتسب کے وظائف کو توال کے سپرد کر دیں۔"[۲۰]

دیوان المظالم مغلیہ دور میں ادرہ احتساب کا کام کرتا تھا۔ اکبر پنجشنبہ، جہانگیر نے سہ شنبہ اور شاہ جہاں نے چہار شنبہ عدل و احتساب کے لئے مخصوص کر رکھے تھے عالمگیر کے بارے میں مورخ ساقی کا بیان ہے:

> "ہر روز یا تین مرتبہ منظر عام پر آتے۔ کوئی بھی داد خواہ کسی رکاوٹ کے بغیر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔ خندہ پیشانی سے ایک دوسرے کے خلاف شکایات سنی جاتیں۔ اکثر افراد بے تکلفی سے گفتگو کرتے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر نے سائلین کے طول کلام اور بے جا اصرار و مبالغہ اور جسارت پر ناراضی کا اظہار کیا نہ کبھی اکتاہٹ ظاہر کی۔ بعض اہل احتیاج بے ادبی بھی کر جاتے۔ مقربین بارگاہ کا موقف تھا کہ اس کی ممانعت ہونی چاہئے، لیکن بادشاہ کا ہر وقت یہی جواب ہوتا کہ اس طرز عمل کو روکنا درست نہیں۔"

اورنگزیب عالمگیر عدل واحتساب میں تمام مغل بادشاہوں سے بڑھ کر تھا۔ اس نے سارے غیر شرعی ٹیکس بند کر دیئے تھے۔ اور شریعت کے نفاذ کی ہر طرح سے پاسداری کی۔ اورنگزیب کے دور میں میر زاہد ہروی ان کے دور میں دہلی کے مشہور محتسب تھے۔ اس کے علاوہ بھی باقی شہروں میں الگ سے محتسبوں کی تقرریاں کی جاتی تھیں۔ بادشاہ خود بھی محتسب کا کردار ادا کرتا تھا۔[۲۱]

خلاصہ

اس مدلل بحث کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مغلیہ دور حکومت میں احتساب کا ادارہ بہت ہی مضبوط تھا۔ مغلیہ حکمرانوں نے بدعنوانی کے خاتمے، ظلم کے سدباب کے لیے اور عدل و انصاف کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ احتساب کے لیے قوانین کا نفاذ مغل حکمرانوں نے کیا۔ اس بحث سے پتہ چلا کہ مغل حکمران خود محتسب کے عہدے پر بیٹھ کر مجرموں کا احتساب کرتے اور لوگوں کے مسائل حل کرتے تھے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ اس دور میں احتساب کے لئے قاضی اور کوتوال کا عہدہ بھی بہت اہم ہے۔ سلطنت کے امراء کو غلط کاموں پر سزائیں ملتی تھیں۔ اس دور کے مورخین بھی مغلیہ عہد کے نظام احتساب کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مغلیہ سلطنت کے حکمرانوں کو اپنی رعایا کے حقوق کا پورا پورا خیال ہوتا تھا۔

حواشی و حوالہ جات

[۱] ایم اطہر علی، دی پاسنگ آف ایمپائر: دی مغل کیس، (ماڈرن ایشین اسٹڈیز 1975) ج۳، ص ۳۸۵–۳۹۶

[۲] مظفر عالم، مغل شمالی ہندوستان میں سلطنت کا بحران: اودھ اور پنجاب، ۱۷۰۷، ص ۴۸

[۳] محمد املیکہ، ہندوستان میں جامع ثقافت کی بنیادیں (آکار کتب، جنوری ۲۰۰۷)، ص ۳۰۰

[۴] ظہیر بابر، دی سائنس آف ایمپائر: سائنٹفک نالج، سولائزیشن، اینڈ کالونیل رول ان انڈیا، (اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک پریس ۱۹۹۶)، ص ۸۲-۸۹

[۵] جسونت لال مہتا، قرون وسطی کے ہندوستان کی تاریخ میں اعلی درجے کا مطالعہ (اسٹرلنگ پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ ۱۹۸۴) ج ۲ ص ۵۹

[۶] جسونت لال مہتا، قرون وسطی کے ہندوستان کی تاریخ میں اعلی درجے کا مطالعہ، ج ۲ ص ۶۰

[۷] ۔ مولانا عبدالحفیظ، مصباح الغات، (اسلامی اکادمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۵۲۔

[۸] ڈاکٹر ایس ایم ناز، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، (ادارہ تحقیقات اسلامی، 1999)ص 17

[۹] شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اسلام کا نظام حسبہ، (ترجمہ و حواشی: اکرام الحق یسین، (شریعہ اکیڈمی، 2006)۔ ص 15

[۱۰] ایچ-بی-خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، (قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، 1985)، ص 7-6

[۱۱] ابن حسن، سلطنت مغلیہ کا مرکزی نظام حکومت، ترجمہ: آئی-یے-ظلی، (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حکومت ہند، ۱۹۹۹)، ص ۳۳۰، ۳۳۱۔

[۱۲] ابن حسن، سلطنت مغلیہ کا مرکزی نظام حکومت، ترجمہ: آئی-یے-ظلی، ص 331

[۱۳] علامہ ابو الفضل، آئین اکبری، ترجمہ: محمد فدا، (سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، س، ن۔) ص ۵۷۸، ۵۷۹

[۱۴] علامہ ابو الفضل، آئین اکبری، ترجمہ: محمد فدا، ص 575

[۱۵] نورالدین جہانگیر، تزک جہانگیری، ترجمہ: مولوی احمد علی، (سنگ میل پبلی کیشنز، 1955)، ص 42

[۱۶] ماثر الامراء، شاہنواز خان، ترجمہ: محمد ایوب، (اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۷ء)، ج 2، ص 272

[۱۷] نورالدین جہانگیر، تزک جہانگیری، ص 44

[۱۸] نورالدین جہانگیر، تزک جہانگیری،، ص 66

[۱۹] ایس ایم ناز، ڈاکٹر، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، (ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۹ء)، ص 345

[۲۰] بزمی انصاری، الحسبہ، مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۳ء)، ج 2، ص 202

[۲۱] اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ص 346